ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ ردوبدل اور تجدید کا یہ عمل اس لیے ضروری ہے تاکہ انسان ان رسوم میں پڑھ کر بھول نہ جائے کہ سارے انسان ایک ہیں اور قوموں، فرقوں اور طبقوں کی تقسیم حقیقی نہیں۔ دراصل سب کی اصل ایک ہی ہے اور جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے سب ایک ہی وجود سے نکلا ہے اور یہ وجود ایک ہی ذات کا پرتو ہے یا فیضان ہے۔ ہر ذرہ میں اسی وجود کا ظہور ہے اور ہر انسان میں اسی نور کی جلوہ گری ہے[1]

بعض اوقات قوموں کی ترقی میں رسومات اور مذاہب حائل ہوجاتے ہیں

قوموں کی زندگی میں ایک دور ایسا آتا ہے جب تعلیمات قوانین اور مذاہب پردے بن کر کل اور جزو کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں۔ تو اس وقت فطرت انسانی ان کے خلاف بغاوت کرتی ہے اور نئے دور کا ظہور ہوتا ہے۔ جس میں ہر فرد کا رشتہ پھر نئے سرے سے روح کل سے جڑ جاتا ہے۔ یعنی جب کسی قوم کی حالت یہ ہو کہ:

"اس وقت کیا تمدن، کیا تصوف، کیا شریعت اور کیا کلام سب کے سب بت بن جاتے ہیں۔ حقیقت خرافات میں کھو جاتی ہے اور مذہب روایات کا طومار بن جاتا ہے۔ جو ہر زندگی کی آگ بجھ جاتی ہے اور انسان راکھ کا ڈھیر ہو جاتا ہے چنانچہ انسانیت نئی تجلی کا انتظار کرتی ہے"[2]

جب انسانی معاشرہ میں اصلاح رسوم کا عمل ختم ہوجائے تو وہ معاشرہ دیرپا نہیں ہوتا

یہ عمل تاریخ میں برابر ہوتا رہتا ہے اور جس دن انسانیت اپنے اس تقاضہ زندگی سے محروم ہوگئی۔ وہ دن انسانیت کی موت کا ہوگا۔ یہ روح ہے قرآن کی تعلیمات کی۔

مولانا وحدت انسانی کیا، کل کائنات کی وحدت کے قائل ہیں لیکن جس طرح کائنات کی کثرت صاحب نظر کو پریشان نہیں کرتی اور وہ جانتا ہے کہ ان سب مختلف تشکلوں میں ایک ہی جلوہ عکس ریز ہے اسی طرح مولانا کو انسانوں کا، قوموں، گروہوں اور افراد میں بٹا ہونا وحدتِ انسانیت کے منافی نظر نہیں آتا۔ وہ اس تقسیم کو مٹانا غیر فطری سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہ کبھی ہو نہیں سکتا۔

---

[1] مولانا عبیداللہ سندھی ص ۴۸ سندھ ساگر اکادمی، لاہور

[2] ایضاً۔

فرد ایک مستقل اکائی ہے۔ جماعت ایک اکائی ہے جو افراد پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ایک قوم اپنی جگہ مستقل وجود رکھتی ہے اور انسانیت سب قوموں کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے فرد کا صالح ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ وہ جماعت کا اچھا جزو ہو۔ اچھی جماعت وہ ہے جو قوم سے تضاد نہیں ائتلاف رکھتی ہو اور اچھی قوم اسے کہیں گے جو کل انسانیت کے لیے جزو صالح کا حکم رکھتی ہو انفرادیت ان معنوں میں کہ ہر فرد، ہر جماعت اور ہر قوم دوسرے سے برسر نزاع ہو اور کل مل کر ایک مجموعی انسانیت نہ بن سکیں، غلط اور مردود ہے۔

ان سب بیان کا حاصل یہ ہے کہ مولانا وحدت انسانیت کو ماننے میں قرآن مجید کو اسی وحدت کا شارح سمجھتے ہیں ان کے نزدیک قرآن کی تعلیمات کا مقصود یہی ہے کہ اسی وحدت کا قیام عمل میں آئے اور لوگ عقیدۃً، عملاً اور علماً موحد بن جائیں[1]

---

[1] ماخذ مولانا عبیداللہ سندھی، ص ۷۹، سندھ ساگر اکادمی لاہور۔

مہران نقش

سندھ کے ادبیات پر پہلی جامع تصنیف

ڈاکٹر وفا راشدی نے اس کتاب میں سندھ کی تاریخ، تہذیب و ثقافت کی روشنی میں سندھی فارسی اردو ادب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ سندھ کی چند برگزیدہ علمی شخصیات کا تذکرہ اس کتاب کی اضافی افادیت کا حامل ہے۔ شان الحق حقی، ڈاکٹر غلام علی الانہ، ڈاکٹر ایاز قادری، ڈاکٹر شیخ ابراہیم خلیل اور ڈاکٹر نجم الاسلام جیسے ممتاز و معتبر اہل قلم کے ناقدانہ مضامین بھی لائق مطالعہ ہیں۔ ۱

ڈاکٹر وفا راشدی

مفتی عبدالغفور مفتون ہمایونی

۱۲۶۱ / ۱۸۴۴ ۔ ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء

مولانا مفتی عبدالغفور ہمایونی ان علمائے عظام اور صوفیائے کرام میں سے تھے جن کے دم سے نہ صرف سندھ بلکہ بیرون سندھ دور دور تک علم و عرفان، فکر و دانش کا چراغ روشن رہا۔ یہ روشنی کئی نسلوں تک تادیر پھیلتی رہی اور انسان کے دل و دماغ کو بلا امتیاز مذہب و ملت انوارِ توحید و ضیائے رسالت ﷺ سے معمور کرتی رہی ہے۔

مولانا عبدالغفور ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۴ء میں ہمایوں نامی گاؤں تعلقہ شکارپور سندھ میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد خلیفہ مولانا محمد یعقوب شہر بھٹ ریاست قلات بلوچستان کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے والیٔ قلات میر نصیر خان کے عہد میں مولانا عبدالحلیم کنڈوی (وفات ۱۲۵۴ھ) کے ہمراہ جیکب آباد کے گوٹھ دیجھو آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ پھر ہمایوں کے ایک بڑے زمیندار غازی خاں سومرو کی استدعا پر خلیفہ صاحب گوٹھ ہمایون میں آباد ہو گئے۔ وہاں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ مولانا عبدالحلیم روہڑی میں آباد ہو گئے اور وہاں کے مدرسے میں معلمی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ خلیفہ محمد یعقوب اپنے وقت کے جید عالمِ دین تھے، اہل اللہ اور واجب الاحترام معلم تھے۔ ان کے زیرِ تعلیم و تربیت فیض یاب ہونے والے طلبہ میں مولانا عبدالرحمٰن سکھرائی، مولانا نور محمد شہدادکوٹیؒ (۱۳۰۶ھ/۱۲۹۶ھ) مولانا عبداللہ رستمی، مولانا عبدالستار رستمی، مولوی عبدالغفار خانگڑھوی، مولانا حسن اللہ پاٹائی، مولانا عطاء اللہ فیروزشاہی (م ۱۳۲۵ھ) مولانا عبدالقادر ٹھلواری استاد مولانا امروٹیؒ اور مولانا محمد ہاشم سیبیؒ قابل ذکر ہیں۔

عبدالغفور ہمایونی نے اپنے صاحب علم وفضل باپ مولانا محمد یعقوب کے زیر شفقت و عاطفت دینی تعلیم کا پہلا مرحلہ طے کیا۔ مولانا عبدالغفور ابھی تیرہ چودہ برس کے تھے کہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں ان کے پدر بزرگوار کا وصال ہوگیا۔ اس وقت مولانا عفور شرح جامی پڑھ رہے تھے باقی علوم کی تکمیل انہوں نے خلیفہ یعقوب کے ایک شاگرد رشید مولانا سلطان محمود سیت پوری سے کی حصول تعلیم کے بعد مولانا عفور نے اپنے ہی مدرسہ ہمایون میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بہت قلیل مدت میں ان کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ وسیع تھا۔ ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے علماء واساتذہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں مثلاً: مولانا محمد قاسم گرڈھی یسینی[۱۵]۔ مولانا نبی بخش گولاچی، سید زین العابدین، شاہ افغانستانی، مولانا محمد حیات قریشی شکارپوری مولانا عبدالرحمٰن میمن شکارپوری، مولانا محمد مبارک میاں گھوٹکی، مولانا محمد یعقوب سبی بلوچستان مولانا محمد اسمٰعیل شاہلائی، مولانا عبدالرحمٰن ڈامراہ اور حسین دین محمد بلڑی والے، مولانا عبدالرحیم شکارپوری، مولوی فاضل محمد صادق بلوچستانی اور مولوی خدابخش ٹھٹی ہیں۔

مولانا مفتی عبدالغفور ہمایونی کی شخصیت ہمہ جہت اوصاف وکمالات کی حامل تھی وہ بیک وقت مفتی، فقیہ، مورخ، حکیم، شاعر ادیب، اہل اللہ اور اہل دل بزرگ تھے۔ بالخصوص فقہ اور فتویٰ میں سندھ سے بلوچستان، افغانستان خراسان تک مفتی صاحب کا کوئی ہمعصر وہم پلہ نہ تھا ان کے فتوے سند آخر کا حکم رکھتے تھے۔ بلوچستان کا کوئی حاکم مفتی صاحب کے احکامات وفتاویٰ کو حتمی تسلیم کرتا تھا اور ان ہی کی روشنی میں فیصلے کیا کرتا تھا[۱۶] حالانکہ وادی مہران اور وادیٔ بولان میں مفتی صاحب کے دیگر ہم عصر حاجی حسن اللہ صدیقی پاٹائی، مولانا ارشاد حسن رامپوری، مولانا پیر سید رشد اللہ شاہ صاحب العلم، مولانا عبداللہ بنگلی دیرائی جیسے نامور علماء کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ بعض سے مفتی صاحب کے تحریری مناظرے ومجادلے بھی ہو چکے تھے[۱۷]۔

مولانا مفتی عبدالغفور ہمایونی کے فقہی وشرعی فیصلوں کا احترام مسلمان تو مسلمان ہندو پارسی اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی کرتے تھے۔ مولانا کی ذات گرامی علمی ودینی برگزیدہ شخصیت عوام وخواص کے ہر طبقہ و ہر فرد کے دلوں میں محترم سمجھی جاتی تھی ان کے آستانہ میں علماء، مشائخ، مشاہیر زمیندار ہاری، امیر وغریب سب ہی حاضری دیا کرتے تھے۔ کوئی بھی ان کی روحانیت وعلمیت

ے معمور مجلس سے فیضیاب ہوئے بغیر نہیں اٹھتا تھا۔

مولانا دین محمد وفائی نے اپنے ایام طالب علمی میں مفتی عبدالغفور سے کئی بار ملاقاتوں کا شرف حاصل کیا تھا۔ اور مفتی صاحب کے دینی مرتبے اور عالمانہ شان و شوکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

مولانا عبدالغفور ہمایونی پچھتر ۷۵ سال کی عمر میں جمعہ کی شب مورخہ گیارہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ مطابق جون ۱۹۱۸ء کو واصل حق ہوئے۔ اپنے والد حضرت مولانا خلیفہ محمد یعقوبؒ کے پہلو میں احاطہ درگاہ شریف ہمایون شریف میں آسودہ ہیں۔ ان کا مزار پر انوار آماجگاہ رحمت اللہ و زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

سندھ کے مقتدر شعراء نے مولانا مرحوم کی خدمت میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے مولانا کے تلمیذ رشید مولانا محمد قاسم گڑھی یٰسینی نے تیرہ اشعار پر مشتمل نوحہ لکھا جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

جست قاسم سال رحلتش گفت ہاتف در جواب
ہر فیض عالمین۔ از ختنی منضد گشتہ است

۱۳۳۶ھ (مشاہیر تذکرہ سندھ ص ۲۳۵)

سردار گل محمد خان زیب بلوچستانی نے یہ تاریخ وفات کہی ہے ؎

استاذی فاضل ہمایون | آں شمس زمان شہاب گیتی
روپوش چو گشت گفت ہاتف | پنہاں شد آفتاب گیتی

۱۳۳۶ھ

قطعہ تاریخ وفات از مولانا دین محمد ادیب فیروز شاہی ؎

رفت عبدالغفور سوئے غفور | آنکہ در فقہ بود مشہوری
سال رحلت چو جستجو کردم | گفت طبع ادیب "معنوی"

۱۳۳۶ھ

(مہران سوانح نمبر ص ۸۷)

مولانا عبدالغفور ہمایونی مرحوم کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ان کی رحلت کے بعد عالم و عارف

مولانا مفتی میاں عبدالباقی ہمایونی مسند نشین ہوئے۔ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء میں میاں صاحب نے وفات پائی۔ ان کے بیٹے میاں عبدالباری سجادہ نشینی کے منصب پر مامور ہوئے۔ ۹

مولانا مفتی عبدالغفور ہمایونی ایک بلند پایہ صاحب دیوان صوفی شاعر تھے۔ مفتون تخلص کرتے تھے عربی، فارسی، اردو اور سندھی میں عارفانہ شعر کہتے تھے ان کی نعتیں میلاد کی محفلوں میں پڑھی جاتی تھیں۔ بقول ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ―― "ان کی نعتیہ غزلوں کو بھی بڑی مقبولیت حاصل ہوئی"۔ ۱۰

مولانا مفتون ہمایونی کی ایک فارسی نعت بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

مصطفےٰ و مجتبیٰ و محتشم ― صاحب عز و علا دوئی جملہ اُمم
اولین کائنات و آخرین ممکنات ― مالک حوض و شفاعت صاحب تاج و علم
آں محمدؐ سرور کونین ختم المرسلین ― حاکم جن و بشر زمانۂ عرب و عجم
آں حبیبؐ ربِ دو سالار جملہ انبیاء ― دستگیر مستغیثاں درمیان موج غم

تصانیف

عربی ―― الدر المنثور فی استمداد من القبور۔

فارسی ―― (۱) دیوان مفتون۔ اس مجموعے میں فارسی کی نوے غزلیں ہیں۔ فارسی کلام کا یہ مجموعہ بقول مولانا محمد قاسم گڑھی یاسینی حضرت مفتون کے ایک معتقد پیر سید ابو محمد صالح شاہ خلیفہ جلال الدین کے پاس دیکھا گیا تھا۔ اللہ جانے اب یہ کس کی دسترس میں ہے۔

(۲) دیوان مفتون۔ یہ دوسرا دیوان ہے جس میں عربی، فارسی اور اردو کلام ہے۔

(۳) فتاویٰ ہمایونی (فارسی)

سندھی ―― (۱) فتاویٰ ہمایونی (سندھی) مولانا کے فتاویٰ ہزاروں کی تعداد میں ہیں ان کی دو علیحدہ علیحدہ جلدیں ہیں۔ ایک فارسی میں دوسری سندھی میں۔

(۲) فرہنگ ہمایونی، یہ علم طب کی فرہنگ ہے۔

(۳) دیوان مفتون، سندھی غزلوں اور کافیوں پر مشتمل ہے۔ گڑھی یاسین کے مولوی نجم الدین کے